مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے افکار کی روشنی میں

مستقبل کے علماء

اوصاف اور ذمہ داریوں کے آئینہ میں

مولانا محمد یوسف خان ☆

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی طویل راہ نوردی، تحقیق اور جستجو کے بعد، اس نتیجہ تک رسائی حاصل کرتے نظر آتے ہیں کہ اس مرحلہ میں امت مسلمہ کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو اپنے خیالی جزیروں میں پناہ لینے، یا ساحل کے خاموش تماشائی، یا حالات کے دھارے میں بہنے والے خس وخاشاک بننے کے بجائے............صدق واخلاص، حصول کمال، امتیازاختصاص جیسی خصوصیات سے آراستہ ہوکر حالات کو بدلنے کا عزم وحوصلہ لے کر امت مسلمہ کو پستی، افسردگی، کنارہ کشی اور پسپائی سے نکال کر اس آیت قرآنی کا مصداق بن جائیں:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَه، وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً

(الاحزاب : ۲۳)

چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ کی تصانیف، تقاریر اور افکار سے خوشہ چینی کرتے ہوئے کسی ترتیب کا لحاظ کئے بغیر مستقبل کے علماء میں مطلوبہ اوصاف کا گلدستہ پیش خدمت ہے:

اخلاص، جذبہ قربانی اور جوہر ذاتی کی موجودگی:

مولانا ندوی کے خیال میں ہر عالم میں اخلاص، جذبہ قربانی اور جوہر ذاتی کی موجودگی ضروری ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک الوداعی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج باغبانپورہ واستاد حدیث جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، لاہور۔

تقریب (منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء جمالیہ ہال ندوہ) میں مستقبل کے علماء کی صفات اور شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پہلی چیز اخلاص ہے، آپ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی زندگی کا مطالعہ کریں ان کی زندگی کی تعمیر میں اخلاص کو ایک اہم عامل پائیں گے ......دوسری بات ایثار وقربانی اور عزم، یہ وہ طاقت ہے کہ اگر افراد میں ہوتی ہے تو انہیں ثریا تک پہنچادیتی ہے اور اگر ادارہ یا قوم کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو دنیا اس کے سامنے جھک جاتی ہے ....تیسری بات جوہر ذاتی ہے، انسان کا ذاتی جوہر اور اس کی قابلیت ہی وہ چیز ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے ....اگر آپ نے ان تینوں چیزوں، یعنی، اخلاص، جذبہ قربانی اور جوہر ذاتی کو حاصل کرلیا ہے تو آپ کے لئے زمانہ بالکل نہیں بدلا ہے اور ہر وقت آپ کے لئے چشم براہ ہے(۱)

اسی تقریب میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ زمانہ ''بقائے اصلح'' کا قائل ہے، وہ بہت ہی حساس اور نقاد ہے۔ وہ صالح کے بجائے اصلح اور نافع کے بجائے انفع کو ترجیح دیتا ہے، لہذا اگر آپ کے اندر یہ چیزیں ہیں تو ہر وقت زمانہ آپ کا ہے اور آپ کے لئے منتظر ہے۔ زمانے کا شکوہ دراصل اپنی کمزوری کو چھپانے کی کوشش اور احساس کمتری کی علامت ہے۔(۲)

مستقبل کے عالم کا ذاتی تعلق ایسی شخصیت سے ہو جو ماہر اور متخصص ہو:

۲۵ رجب ۱۳۸۵ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۶۵ء کو بعد از نماز ظہر جمالیہ ہال میں دارالعلوم کے فارغ ہونے والے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

پہلی چیز وہ ذاتی تعلق ہے جو مجھے اپنے اساتذہ سے ہمیشہ رہا۔ وہ تعلق نہیں جو ضابطہ کی خانہ پُری کے لئے ہو .... یہ وہ چیز ہے جس نے مجھے بہت نفع پہنچایا اور میں نے جو کچھ حاصل کیا وہ اس کا صلہ ہے ....(مستقبل کے عالم کے لیے) یہ بہت ضروری ہے کہ اس کا رجحان جس فن کی طرف ہو اس کے ماہر اور متخصص کے پاس رہ کر اس سے وہ اپنی صلاحیت کے

مطابق استفادہ کرے۔(۳)

ذاتی محنت ،فکر ولگن ،مقصد کی دُھن اور اس کی تڑپ

اسی خطاب میں مولاناؒ نے یہ بھی فرمایا:

’’دوسری بات جو آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تاریخ کی شخصیتوں میں سے جس کا نام بھی لیں ،اس کی زندگی کی تہ تک جانے کی کوشش کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے میں سب سے اہم چیز اس کی ذاتی محنت ،اس کی فکر ولگن ،مقصد کی دُھن اور اس کی تڑپ تھی..............یقیناً اللہ کی توفیق اور اساتذہ کی رہنمائی بھی ضروری ہے۔‘‘

اس خطاب کے دوران فرمایا’’ تیسری بات جو آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت اس چیز کی فکر کرنی چاہیے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے.......وہ آخرت کی فکر، خدا کی مرضی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ ہے۔اگر انسان کے اندر یہ چیز نہیں ہے تو خواہ وہ بڑے سے بڑا ادیب ہو، بہت بڑا مقرر وخطیب ہو یا بہت بڑا مفسر وفقیہ ہو، اس دولت سے محروم ہی رہے گا۔‘‘

انسان جب اپنی طاقت صرف کر کے عجز کا اعتراف کر لیتا ہے،تب غیبی مدد آتی ہے۔

تنہا انسانی قوت سے کام نہیں ہوتا، جب انسانی طاقتوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور انسان نے اپنے عجز کا اعتراف کرلیا ہے،تب اللہ کی طرف سے غیبی مدد ظاہر ہوئی ہے‘‘(۴)

گرنے کا خطرہ ترقی میں ہے نہ کہ تنزل میں

مولانا ابو الحسن علی ندویؒ ، حضرت شاہ محمد یعقوب صاب مجددیؒ کے ملفوظات کو قلمبند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توفیق عابدوں سے چھن جاتی ہے تو ایسا گرتے ہیں کہ کوئی حد نہیں.........اللہ جس کو بلندی دیتا ہے وہ خطرہ میں پھنستا چلا جاتا ہے، بلند لوگ ہی خطرہ میں رہتے ہیں کہ ذرا سی غفلت ہوئی اور شیطان کا حملہ ہوا......ان کے اوپر جو فکر طاری ہے وہ بہت بڑی فکر ہے،فکر میں جب لذت ملنے لگتی ہے تو اسکا نام تفکر نہیں تیقن ہے یہ ترقی کا باعث ہے۔‘‘(۵)

وہ صفات اختیار کیجئے جو قرآن حکیم کے فہم واستفادہ کے لیے معاون ہیں

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی کو ذہن نشین کراتے ہوئے فرمایا:

۱۔ طلب صادق ۔۔۔۔ قرآن سے منتفع ہونے کی پہلی شرط طلب ہے ....جس کو سرے سے اس کی طلب نہیں اس کے لیے قرآن کیا مؤثر ہوسکتا ہے ....دین (صادق) کے بارے میں استغناء اور بے نیازی، محرومی اور بدبختی کی نشانی ہے۔

۲۔ استماع واتباع ....قرآن بہرحال ایک صحیفہ اور ایک تعلیم ہے اس سے منتفع ہونے کا پہلا ذریعہ یہی ہے کہ اسے غور سے سنیے، علم بلاعمل ایک دماغی تعیش ہے، اس لیے استماع کے بعد اتباع کا ذکر کیا (الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ''الزمر)، جو کان لگا کر نہیں سنتا وہ اسکے بعد کے مراحل کیا طے کرے گا۔ یہ مرحلہ حسب ذیل ہے:

۳۔ خوف خدا

۴۔ ایمان بالغیب

۵۔ تدبر

۶۔ مجاہدہ

۷۔ ادب وعظمت۔ (۶)

بدعت، تحریف اور انتشار سے حفاظت کے لیے جمعہ اور جماعت کی اہمیت کو پیش نظر رکھیئے

مستقبل کے علماء کو جمعہ کے خطبات اور نماز باجماعت کی اہمیت کا احساس کرنا ہوگا، مولانا موصوف لکھتے ہیں، جمعہ اور جماعت کا اس دین کی سلامتی اور حفاظت اور اسلامی شریعت اور دینی ماحول کی ان بنیادوں کے بقاء واستحکام میں بڑا دخل ہے، جو رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہ کرام امت کے لیے چھوڑ کر گئے تھے۔ (۷)

مصلحین امت، ماہرین تعلیم وتربیت اور دینی تحریکات کے علمبرداروں کی ذمہ داری

مولانا ندویؒ رقمطراز ہیں:

''اس امت اور خاص طور پر اس کے علماء اور اہل اصلاح کا فرض ہے کہ وہ اس میراث اور اس قیمتی دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور تغیر وانقلاب اور مادیت کے تیز وتند تھپیڑوں کے باوجود اس روشنی کو کسی قیمت پر نہ بجھنے دیں، اس لئے کہ اس خسارہ کی تلافی، احکام فقہ کے بڑے سے بڑے ذخیرہ، اسرارِ شریعت کے علم، سحر بیانی اور زورِ قلم، کسی چیز سے نہیں ہوسکتی، تجدید واحیاء اور اصلاح وانقلاب کی کوشش اور تحریک اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب امت کے عوام اور علماء میں عشق ومحبت اور ایمان ویقین کی اس چنگاری کو دوبارہ بھڑکایا جائے اور دعوت وتربیت، جہاد ومجاہدہ اور اس حقیقی پُرسوز خشوع وخضوع والی نماز کی کچھ جھلکیاں امت میں پھر پیدا ہوں جو قرونِ اولی کی سب سے بڑی خصوصیت اور طاقت تھی۔ (۸)

مدارس کے فضلاء اپنی ذہنی وعلمی صلاحیت اور اپنی قوت عمل کے ذریعہ پائیدار نقوش قائم کردیں:

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی معاصر شخصیتوں، بزرگوں، استادوں اور دوستوں سے متعلق تاثرات، مشاہدات اور واقعات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مدارس میں تعلیم پانے والے سادہ اور محدود ماحول میں زندگی گزارنے والے طلبہ میں ایسے لوگ نکلتے رہتے ہیں جن میں بعض اوقات عقابی روح اور شاہین کا جگر ہوتا ہے ....جن کی ذہانت وطباعی، جرأت وہمت، خود اعتمادی وخود شناسی، شخصیت کی دل آویزی ودلربائی قوت تقریر وتحریر کے سامنے کسی بڑی سے بڑی ملکی یا بیرونی دانش گاہ کے فضلاء اور مغربی زبان کے ماہرین کا چراغ نہیں جلتا، وہ جس میدان کی طرف رخ کرتے ہیں، اپنی ذہنی وعلمی صلاحیت اپنی قوتِ عمل اور اپنے امتیاز کا نقش قائم کردیتے ہیں........جس پر اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے:

اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا (۹)

اہل علم میں رضا کارانہ اور لوجہ اللہ خدمت کی ضرورت

اہل علم میں رضا کارانہ اور لوجہ اللہ خدمت اور قربانی کی مثالوں کی ضرورت ہے ، اسوۂ حسنہ کے ایسے نمونے ہر قوم اور ہر زمانہ میں اپنا نفسیاتی اثر رکھتے ہیں ....(لیکن موجودہ حال تو یہ ہو ہے کہ) ....اپنے لیے بہتر مستقبل اور خوشگوار زندگی کے راستے کیسے ہموار کیے جائیں اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جسکے لیے (Careerist) کا خطاب ہی زیادہ مناسب حال ہے ۔(۱۰)

علماء فارغ التحصیل ہونے کا ایک غلط مفہوم ذہن سے نکال دیں :

مولانا ابو الحسن علی ندویؒ نے جمالیہ ہال میں ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو ہونے والی ایک تقریب میں یہ بھی فرمایا:

''اس موقع پر اہم بات آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اس (فارغ التحصیل ہونے) کا مفہوم یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم تعلیم سے فارغ ہو گئے ، اب ہمیں تعلیم و تربیت کی ضرورت نہیں تو بلا کسی حجاب کے اور تردد کے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ نے کچھ بھی نہیں سیکھا اور آپ کا ارادہ اپنے مقصد میں بالکل نا کام ہے ۔ (۱۱)

مستقبل کے علماء میں ایسی صلاحیت ہو کہ عصر حاضر کا کوئی نیا فتنہ پیدا ہو تو علماء اس کو سمجھ سکیں اور اس کا مقابلہ کر سکیں ۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے ۳ جولائی ۱۹۶۶ء کو سلیمانیہ ہال میں دار العلوم کے طلبہ سے مسلسل دو گھنٹے جاری رہنے والے خطاب میں فرمایا:

'' آج قسم قسم کے اسلام سوز ، ایمان سوز ، اخلاق سوز ، انسانیت سوز فتنے اُبھر رہے ہیں یہ فتنے دنیا کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے بے چین ہیں ....آج مسیلمہ کذاب نئے نئے روپ میں آرہا ہے، آج رسول اللہ ﷺ کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، آپ کے قلعہ میں

شگاف پیدا کئے جا رہے ہیں ....آج عالم اسلام کی نگاہیں ان درسگاہوں کی طرف لگی ہوئی ہیں جو ان باتوں کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتی ہیں ۔ جن کے بانیوں نے اپنے نصاب ونظام میں اس کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی کہ جب عصر حاضر کا کوئی نیا فتنہ پیدا ہوتو ہمارے فضلاء اس کو سمجھ سکیں اور اس کا مقابلہ کرسکیں ۔ (۱۲)

نئ نسل کے علماء اسلام کے اساسی امور، عقائد، نظام وحقائق اور رسالت محمدی پر اعتماد پیدا کریں

وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ اُمت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے اساسات وعقائد اسکے نظام وحقائق اور رسالت محمدی پر وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے ۔ (۱۳)

علم کی صداقت کو جغرافیائی، نسلی، یا سیاسی، حد بندیوں میں محدود نہ کیجئے

میں علم کو ایک صداقت مانتا ہوں، یہ ایک ایسا انسانی تجربہ ہے جو کسی ملک وقوم کی ملک نہیں اور نہ ہونی چاہیے میں زندگی کے دوسرے سرچشموں کی بھی جغرافیائی، نسلی، تاریخی یا سیاسی حد بندیوں کا قائل نہیں ۔ (۱۴)

مستقبل کے علما کو موقع پرستی، خواہشات اور خود غرضیوں کی تسکین سے نکلنا ہوگا:

''تعلیمی نظام جس کا سارا ڈھانچہ مادہ پرستی پر ہو، آخر اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں، ایسا نظام تعلیم ....انسان کو موقع پرست بناتا ہے ....کہ خواہشات اور خود غرضیوں کی تسکین ہو سکے ....تمہیں دولت مند ساہوکار بننے کا جذبہ دیتا ہے ۔ اس وقت ضرورت ضمیر اور ذہن بدلنے کی ہے ان کے بدلے بغیر تبدیلی نہیں ہوسکتی ۔ (۱۵)

اخلاص اور اختصاص یہ دو چیزیں مستقبل کے علما کو کامل بنانے کے لیے کافی ہیں

مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے ۲۸ جنوری ۱۹۶۷ء کو دار العلوم کی وسیع اور خوبصورت مسجد میں افتتاحی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

'' تم ایسے بن سکتے ہو کہ تمہارا شہر نہیں، پورا ملک بلکہ پوری اُمت اور ملت کی تقدیر

بدل سکتی ہو۔تم وہ پارس بن سکتے ہو کہ اگر تم سے خدا کا کوئی باغی اور سرکش چھو جائے تو ولی کامل بن جائے جس بستی میں جاؤ وہاں بہار آ جائے وہاں کا موسم اور فضا بدل جائے ، یہ تاثیر آج بھی تمہارے اندر پیدا ہوسکتی ہے ....مگر اس کے لئے دو باتیں لازمی ہیں ایک اخلاص ، دوسرا اختصاص (امتیاز)۔(۱۶)

تحقیق ومطالعہ کی تازگی کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنانا ہوگا:

دورِ حاضر میں علماء کی اکثریت مطالعہ کی وسعت اور تازگی سے اپنے آپ کو محروم رکھ رہی ہے جس سے جمود کی شکایت اور حالات حاضرہ سے ناواقفیت کی بنا پر لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق اُن کے سامنے دین اسلام کی حقانیت بیان کرنے سے قاصر ہونا پڑتا ہے.

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اسی بات کی اہمیت کو دارالعلوم میں ایک توسیعی خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

''ہمارے لئے یہ بات افسوسناک ہوگی کہ ہم اس تیز رفتار دور میں طبعیات ، سائنس وغیرہ کی ابتدائی معلومات سے بھی ناآشنا ہوں جو اس دور میں لازمی اور ضروری ہے، بلکہ اخبارات ورسائل کے سمجھنے کے لئے ان کا علم ناگزیر ہے قدیم علمی معلومات کے علاوہ جدید علوم کے حقائق سے طلبہ کو آشنا کریں''(۱۷)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ نے جمعیۃ الاصلاح کے افتتاحی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے طلبہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانے میں کیا رجحانات کام کررہے ہیں ....اس وقت جو ایک عام ذہنی انتشار اور ایک قسم کی مایوسی ملت میں پھیل رہی ہے ......دین کے مستقبل کی طرف سے جو بدگمانی اور بے اعتمادی پیدا ہورہی ہے ،نوجوانوں میں جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں اور حاملین دین میں اس کو دور کرنے کے لیے بہت زیادہ تیاریوں کی ضرورت ہے بہت زیادہ کاوشوں ، دل سوزیوں اور دماغ سوزیوں کی ضرورت ہے، جو ہمارے اسلام نے کیں............تحقیق اور مطالعہ کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے ،قدیم ذخیرے ، بلکہ قدیم

دفینے، جو پہلے علماء کے خواب وخیال میں بھی نہیں آتے تھے، وہ اب عام ہو چکے ہیں (انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے دور میں) نشر واشاعت کے اداروں نے..............زمین کے جگر چاک کر دیئے ہیں (۱۸)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت، جنہوں نے ماضی کی تاریخ کا شوق رکھا، ماضی کے جھروکوں سے علم کی چاشنی پائی، روشن خیالی اور قدامت پسندی کے حسین امتزاج کو ساری زندگی دامن میں سنبھالے رکھا، نور باطن، فراست ایمانی سے روشن مستقبل کے علماء کے لئے جو اوصاف اپنی تحریر وتقریر میں بیان لیے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو وہ اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ہوا ہے تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

☆......................☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ندوی، ابوالحسن علی: پا جا سراغ زندگی، ص۲۲ مجلس نشریات اسلام کراچی
۲۔ ندوی، ابوالحسن علی: پا جا سراغ زندگی ا، ص۲۳،
۳۔ ندوی، ابوالحسن علی: پا جا سراغ زندگی، ص۲۴،
۴۔ ندوی، ابوالحسن علی: صحبتے با اہل دل، ص۲۶۴،
۵۔ ندوی، ابوالحسن علی: صحبتے با اہل دل، ص ۲۸۸،
۶۔ ندوی، ابوالحسن علی: مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی، ص۱۶۱،
۷۔ ندوی، ابوالحسن علی: ارکان اربعہ، ص ۹۵،

۸۔ ندوی، ابوالحسن علی: ارکان اربعہ، ص ۱۳۱،
۹۔ ندوی، ابوالحسن علی: پرانے چراغ، ص ۴۰۲،
۱۰۔ ندوی، ابوالحسن علی: حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب، ص ۸۷،
۱۱۔ ندوی، ابوالحسن علی: پاجا سراغ زندگی ک، ص ۲۰،
۱۲۔ ندوی، ابوالحسن علی: پاجا سراغ زندگی ک، ص ۴۸،
۱۳۔ ندوی، ابوالحسن علی: نیا طوفان اور اس کا مقابلہ، ص ۱۲،
۱۴۔ ندوی، ابوالحسن علی: حدیث پاکستان، ص ۸۳،
۱۵۔ ندوی، ابوالحسن علی: تعمیر انسانیت، ص ۸۸،
۱۶۔ ندوی، ابوالحسن علی: پاجا سراغ زندگی، ص ۶۴،
۱۷۔ ندوی، ابوالحسن علی: پاجا سراغ زندگی، ص ۶۹،
۱۸۔ ندوی، ابوالحسن علی: پاجا سراغ زندگی، ص ۸۴،